Center for Management Science Research
ISSN: 3006-5291 3006-5283 Volume 4, Issue 2, 2026

# اسلامی تعلیمات میں عمر رسیدہ افراد کی کفالت: ایک تجزیاتی و تحقیقی مطالعہ

**Umair Khalid**[*1], **Usman Haider Saunny**[2], **Dr Wajid Ali**[3]

[*1,2]M.Phil. Scholar Department of Islamic Studies The Superior University Lahore, Pakistan
[3]Assistant Professor Department of Islamic Studies The Superior University Lahore, Pakistan

[*1]aliu01041@gmail.com, [2]allamausmanmadni94@gmail.com, [3]wajidasadi@gmail.com

DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.21699740

**Keywords**
Islamic Jurisprudence, Elderly Care, Old Age Homes, Social Solidarity, Nafaqah, Kinship Ties, Utilitarianism.

**Article History**
Received: 22 December 2025
Accepted: 03 February 2026
Published: 27 February 2026

**Copyright @Author**
**Corresponding Author: ***
**Umair Khalid**

## Abstract

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا

*"And your Lord has decreed that you not worship except Him, and to parents, good treatment.[1] "*

*Human life inevitably descends into a phase of physical frailty. The Islamic ethical and legal paradigm transforms this vulnerability into a stage of profound spiritual reverence. Modern capitalistic societies increasingly measure human worth through economic productivity. Aging bodies are thus marginalized. They are often relegated to the institutional isolation of Old Age Homes. The Prophetic mission established a radically different worldview. Caring for the elderly is framed not as a societal burden but as a direct gateway to divine mercy and societal sustenance. We analytically examine classical Islamic jurisprudence regarding the financial and physical maintenance (Nafaqah) owed to parents and aging relatives. A comparative lens is applied to contrast the traditional extended family structure with contemporary commercialized care facilities. Institutional care strips away emotional intimacy. It breeds psychological alienation and a profound sense of abandonment. The Islamic framework enforces the protection of human dignity within the sanctuary of the home. The Qur'an'an's directive specifically places the elderly "with you" (indaka), fundamentally rejecting the concept of distant confinement. Exceptional circumstances, such as severe medical deterioration or complete destitution, do invite state intervention and specialized medical shelter under the principle of public interest (Maslaha). Yet, the core societal default remains the family unit. Reviving localized community support networks and proposing hybrid daycare models offers a pragmatic solution to contemporary economic pressures. True societal welfare depends entirely on preserving kinship ties and recognizing the elderly as the spiritual anchors of the Muslim household.*

## تعارف

انسانی زندگی ایک مسلسل ارتقائی اور تنزلی کا سفر ہے۔ اس کا آغاز انتہادرجے کی کمزوری سے ہوتا ہے اور انجام بھی دوبارہ اسی بے بسی اور احتیاج پر ہوتا ہے۔ معاشرتی زندگی کی بقااور تمدن کا حسن اس بات میں پنہاں ہے کہ انسان اپنی کمزوری کے ادوار میں تنہا نہ رہے۔ اسے ایک مضبوط خاندانی اور سماجی ڈھانچے کا تحفظ میسر آنا چاہیے۔ صدیوں تک مشرقی اور بالخصوص اسلامی معاشروں میں خاندان ایک ایسے ناقابلِ تسخیر قلعے کی حیثیت رکھتا تھا جہاں ہر فرد دوسرے کے دکھ درد کا شریک ہوتا تھا۔ اس نظام میں عمر رسیدہ افراد کو خاندان کا تاج اور برکت کا سرچشمہ تسلیم کیا جاتا تھا۔ دورِ حاضر کی تیز رفتار صنعتی ترقی، مادی سوچ کے غلبے اور انفرادیت پسندی نے اس روایتی خاندانی شیرازے کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ انسان کی قدر وقیمت کا پیمانہ اب اس کا تقویٰ اور اخلاق نہیں رہا۔ یہ پیمانہ اب اس کی معاشی پیداواری صلاحیت بن چکا ہے۔ جب کوئی فرد عمر کے اس حصے میں پہنچتا ہے جہاں وہ معاشی طور پر فعال نہیں رہتا، تو مادی معاشرہ اسے ایک غیر ضروری بوجھ سمجھنے لگتا ہے۔

ISSN: 3006-5291 3006-5283 Volume 4, Issue 2, 2026

اسی مادی طرزِ فکر کے بطن سے مغربی دنیا میں "اولڈ ہاؤس سسٹم" نے جنم لیا۔ یہ ایک ایسا ادارہ ہے جہاں ضعیف اور کمزور افراد کو ان کے خاندانی ماحول سے کاٹ کر پیشہ ورانہ نگہداشت کے مراکز میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ مغرب کی اندھی تقلید اور معاشی دباؤ کے زیرِ اثر اب یہ رجحان مسلم معاشروں میں بھی تیزی سے جڑیں پکڑ رہا ہے۔ اس صورتحال نے اہلِ علم کے سامنے کئی سنجیدہ سماجی، نفسیاتی اور فقہی سوالات کھڑے کر دیے ہیں۔ شریعتِ اسلامیہ انسانی رشتوں کو مادی ضرورت کا نتیجہ نہیں سمجھتی۔ اسلام کے خاندانی قوانین اور حقوق العباد کا نظام حقوقِ والدین اور ضعیفوں کی کفالت کو براہِ راست قدرتِ خداوندی اور ایمانیات کے ساتھ جوڑتا ہے۔ زیرِ نظر مقالے میں اسی امر کا عمیق فقہی اور سماجی تجزیہ پیش کیا گیا ہے کہ آیا جدید اولڈ ہاؤس سسٹم اسلامی نظامِ کفالت کا کوئی قابلِ قبول متبادل ہو سکتا ہے، اور وہ کون سے استثنائی حالات ہیں جہاں شریعت اس ادارہ جاتی نگہداشت کی اجازت دیتی ہے۔

**کہولت اور کفالت**

عربی زبان کے ماہرین کے نزدیک لفظ "کفالت" کا مادہ (ک، ف، ل) ہے جو اپنے اندر نہایت وسعت رکھتا ہے۔ مشہور ماہرِ لغت علامہ ابن منظور افریقی اس مادہ کے معانی بیان کرتے ہوئے واضح کرتے ہیں کہ کفل کا بنیادی مفہوم کسی کی پرورش کرنا، اس کی نگہداشت کا ذمہ لینا اور اسے اپنے ساتھ ملانا ہے[2]۔ قرآنی اسلوب میں اس لفظ کی معنویت اس وقت پوری طرح نکھر کر سامنے آتی ہے جب حضرت مریم علیہا السلام کی سرپرستی کا تذکرہ ہوتا ہے۔

﴿وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا﴾

"اور زکریا (علیہ السلام) نے ان کی پرورش کی مکمل ذمہ داری قبول کی۔"[3]

علامہ راغب اصفہانی اس آیت کے تحت تشریح کرتے ہیں کہ کفالت محض روپیہ پیسہ دے دینے کا نام نہیں۔ اس میں کسی فرد کو مکمل طور پر اپنے ذمے لے لینا اور اس کی تمام مادی و روحانی ضروریات کا خیال رکھنا شامل ہے[4]۔

فقہِ اسلامی میں کفالت کا استعمال دو مختلف جہتوں میں ہوتا ہے۔ ایک طرف اس کا خالص قانونی استعمال ہے جو مالی معاملات اور عقود میں نظر آتا ہے۔ فقہِ حنفی کے مایہ ناز فقیہ علامہ برہان الدین مرغینانی اس کی تعریف کچھ یوں کرتے ہیں کہ مطالبے کے حق میں ضامن کے ذمے کو اصل مقروض کے ذمے کے ساتھ ملا دینا کفالت کہلاتا ہے[5]۔ دوسری جانب جب عمر رسیدہ افراد کی نگہداشت کی بات آتی ہے تو فقہِ اسلامی میں اس کا اصطلاحی اطلاق نفقہ، حفاظت اور سماجی سرپرستی کے مجموعی تصور پر ہوتا ہے۔ امام نووی کے نزدیک معاشرے کے کمزور اور ضعیف طبقات جو اپنی ضروریاتِ زندگی خود پوری نہیں کر سکتے، ان کے طعام، لباس، رہائش اور علاج کا بندوبست کرنا قریبی رشتہ داروں یا اسلامی ریاست کا قطعی فریضہ ہے[6]۔

عمر رسیدگی کے مختلف ادوار کو شریعت نے سالوں کی گنتی کے بجائے جسمانی کیفیت سے تعبیر کیا ہے۔ عربی لغت میں شیخ، مسن، اور ہَرِم جیسے الفاظ انسان کی بڑھتی ہوئی عمر کے مختلف طبعی مراحل کو ظاہر کرتے ہیں۔ قرآنی اسلوب اس مرحلے کو ایک حکمت کے ساتھ پیش کرتا ہے۔

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ﴾

"اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو کمزوری کی حالت میں پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد طاقت دی، پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور وہ بڑا علم والا، بڑی قدرت والا ہے۔"[7]

اس مرحلے کی تشریح میں امام فخر الدین الرازی اپنا فہم پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شباب کی قوت ایک عارضی منزل ہے جس کا حتمی انجام ضعف اور بڑھاپا ہے۔ منشائے الٰہی یہ ہے کہ انسان کو اس کی حقیقت یاد دلائی جائے کہ وہ اپنی جوانی کے غرور میں اس دور کو فراموش نہ کرے جہاں وہ دوسروں کے سہاروں کا محتاج ہو گا[8]۔ طویل العمری کا آخری اور نازک ترین مرحلہ، جسے شریعت نے "ارذل العمر" کا نام دیا ہے، انسان کے لیے ایک کٹھن آزمائش بن کر آتا ہے۔

﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ ۚ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ﴾

"اور اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا، پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے، اور تم میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جسے بدترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد وہ کچھ نہ جانے۔ بیشک اللہ خوب جاننے والا اور قدرت والا ہے۔"[9]

علامہ قرطبی اس آیت کے تحت بیان کرتے ہیں کہ ارذل العمر وہ کیفیت ہے جس میں انسان کی عقل مختل ہونے لگتی ہے، قویٰ جواب دے جاتے ہیں اور وہ بچوں کی طرح اپنے روزمرہ کے افعال کے لیے مکمل طور پر دوسروں پر انحصار کرنے لگتا ہے[10]۔ عہدِ حاضر کی مادی مصروفیات نے نوجوان نسل کو اس حقیقت سے غافل کر دیا ہے جس کا نقشہ علامہ محمد اقبال نے ان خوبصورت الفاظ میں کھینچا ہے۔

حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی تری رہے بے داغ[11]

**عمر رسیدہ افراد کے حقوق اور تکریم انسانی**

انسانی زندگی کے حیاتیاتی مراحل کو سمجھنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ضعف اور احتیاج کی اس حالت میں انسان کا سماجی مقام کیا ہونا چاہیے۔ جدید مغربی معاشروں کا نظریہ نگہداشت قانونی معاہدوں کے گرد گھومتا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ اس پورے نظامِ کفالت کی عمارت "تکریم بنی آدم" کے آفاقی اصول پر کھڑی کرتی ہے۔

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾

"اور یقیناً ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی ہے۔"[12]

یہ تکریم کسی خاص عمر یا انسان کی پیداواری صلاحیت سے مشروط نہیں ہے۔ انسان کے اندر موجود روح اسے بڑھاپے کے بستر پر بھی اتنا ہی محترم بناتی ہے جتنا وہ اپنی جوانی کے عروج میں تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے عمر رسیدہ افراد کے احترام کو ایک معاشرتی رویہ نہیں رہنے دیا، بلکہ اسے ایمان کی کامل علامت اور ذاتِ باری تعالیٰ کی تعظیم کا حصہ قرار دیا۔

إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللَّهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ

"بیشک بوڑھے مسلمان کی عزت و تکریم کرنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا حصہ ہے۔"[13]

اس حدیثِ مبارکہ کے ذریعے ایک انتہائی گہرا نفسیاتی اور روحانی پیغام دیا گیا ہے۔ جو شخص اپنی زندگی کا ایک طویل حصہ اسلام اور بندگی کی حالت میں گزار چکا ہو، اس کے سفید بالوں کا احترام کرنا اس رب کی تعظیم کرنا ہے جس کی عبادت میں اس نے اپنی عمر صرف کی ہے۔ ایک اور مقام پر امت کی سماجی حد بندی کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نہایت واضح الفاظ ارشاد فرمائے۔

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيرَنَا

"وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کے حقِ تعظیم کو نہ پہچانے۔"[14]

موجودہ دور کی اقتصادی اور سماجی پالیسیوں میں معمر افراد کو ایک معاشی بوجھ بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ نوجوان نسل کی کیریئر کی دوڑ اور دولت جمع کرنے کی حرص میں بزرگوں کو اولڈ ہاؤس کی نذر کرنا ایک عام سی بات سمجھی جانے لگی ہے۔ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس مادی نظریے کی جڑ کاٹ دیتی ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں بزرگوں کو معاشی بوجھ کی بجائے معاشرتی خیر، نصرتِ الٰہی اور معاشی وسعت کا اصل سبب بتایا گیا ہے۔

هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ

"کیا تمہیں تمہارے ضعیفوں اور کمزوروں کے سوا کسی اور کی وجہ سے مدد دی جاتی ہے یا رزق دیا جاتا ہے؟"[15]

اس فرمانِ رسالت کی روشنی میں حافظ ابن حجر العسقلانی ایک لطیف نکتہ بیان کرتے ہیں۔ انسان ظاہری اسباب اور اپنی جوانی کی طاقت پر بھروسہ کرتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ ضعیفوں اور بوڑھوں کی خستہ حالی اور ان کی دعاؤں کی بدولت پوری قوم کے رزق میں وسعت پیدا فرماتا ہے۔ عمر رسیدہ شخص دنیاوی اسباب سے کٹ چکا ہوتا ہے، اس لیے اس کی دعاؤں میں خلوصِ کامل ہوتا ہے۔ اسی خلوص کی بدولت جوانوں کے کاروبار چلتے ہیں[16]۔ جدید معاشرے کا انسان اس روحانی اصول کو سمجھ لے تو وہ بوڑھے والدین کو اپنے گھر سے دور کرنے کے بجائے انہیں اپنے رزق اور بقا کی ضمانت سمجھے۔

**جدید اولڈ ہاؤس کلچر کے اسباب**

انسانی معاشرت کا ارتقاء نظریاتی، معاشی اور ثقافتی تبدیلیوں کا مرہونِ منت رہا ہے۔ مشرقی اور اسلامی تہذیبوں میں عمر رسیدہ افراد کی نگہداشت کوئی سماجی بوجھ نہیں بلکہ ایک مقدس اخلاقی ذمہ داری سمجھی جاتی تھی۔ عصرِ حاضر میں رونما ہونے والے فکری اور معاشی تغیرات نے انسانی رشتوں کی ساخت کو گہرے طور پر متاثر کیا ہے۔ زرعی دور میں خاندان ایک خود کفیل معاشی اکائی ہوتا تھا جہاں بوڑھے، جوان اور بچے سب مل کر زندگی بسر کرتے تھے۔ زمین سے وابستگی اور مشترکہ معاشی سرگرمیوں کی وجہ سے عمر رسیدہ افراد کی حکمت اور ان کے تجربے کو خاندان کا قیمتی اثاثہ مانا جاتا تھا۔ صنعتی انقلاب نے اس روایتی سماجی زندگی کے پورے ڈھانچے کو تہہ و بالا کر دیا۔ پیداواری سرگرمیاں گھروں اور کھیتوں سے نکل کر کارخانوں میں منتقل ہو گئیں، جس نے دیہی آبادیوں کو شہری مراکز کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔

شہری زندگی کی تنگی، عارضی رہائش گاہوں اور انتہائی مہنگے طرزِ زندگی نے خاندانی اکائی کو سکیڑ کر رکھ دیا۔ شہروں میں جگہ کی قلت اور کرایوں کی زبردست شرح نے متوسط طبقے کے لیے ایسے بڑے گھروں کا حصول ناممکن بنا دیا جہاں مشترکہ خاندان آسانی سے رہ سکیں۔ اس مادی جبر نے نوجوان نسل کو اپنے بوڑھے والدین سے الگ تھلگ رہنے پر مجبور کیا ہے۔ معاشی پیداوار کی اس دوڑ نے انسانی رشتوں کو کمزور کر دیا ہے۔ اس کی تصویر کشی ماہرِ عمرانیات سگمنڈ باؤمن نے ان الفاظ میں کی ہے۔

"In a liquid modern life there are no permanent bonds, and any that we take up for a time must be tied loosely so that they can be untied again, as quickly and as effortlessly as possible[17]".

یہ غیر مستقل اور مادی سوچ مغربی فلسفے کی انفرادیت پسندی کی پیداوار ہے۔ اس فلسفے کے مطابق فرد کی اپنی ذات، اس کی آزادی اور اس کے ذاتی حقوق معاشرے، خاندان اور مذہب کی اجتماعی ذمہ داریوں پر مقدم ہیں۔ مغربی میڈیا، تعلیمی نظام اور لبرل نظریات کی یلغار نے مشرقی معاشروں کے روایتی اخلاقی ڈھانچے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ نئی

نسل اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کو اپنا اخلاقی یا ایمانی فریضہ سمجھنے کی بجائے اپنی ذاتی زندگی، آزادی اور کیریئر کی راہ میں ایک رکاوٹ کے طور پر دیکھنے لگی ہے۔ رشتوں کو مادی نفع و نقصان کے ترازو پر تولنے کی اس روش نے معاشرے سے اخوت اور ایثار کو ختم کر دیا ہے۔ علامہ محمد اقبال نے اس مادی ہوس اور رشتوں کی پامالی پر گہری چوٹ کی ہے۔

ہوس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے نوعِ انساں کو

اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا[18]

خواتین کا معاشی سرگرمیوں میں شامل ہونا بھی اس کلچر کے فروغ کا ایک بڑا سبب بنا ہے۔ روایتی خاندانی نظام میں بزرگوں کی دیکھ بھال، ان کے کھانے پینے اور ادویات کا انتظام خواتین کے ذمے ہوتا تھا۔ جب میاں بیوی دونوں کے لیے ملازمت کرنا ناگزیر ہو گیا، تو گھر میں ایک ایسا خلا پیدا ہوا جہاں بوڑھے والدین کو وقت دینے اور ان کی تیمارداری کرنے والا کوئی فرد باقی نہ رہا۔ اس خلا کو پر کرنے کے لیے تجارتی بنیادوں پر چلنے والے اولڈ ہاؤسز اور نرسنگ ہومز نے معاشرے میں اپنی جگہ بنا لی۔

**ادارہ جاتی نگہداشت بمقابلہ گھر**

اولڈ ہاؤس کا متبادل بظاہر عمر رسیدہ افراد کو ایک منظم رہائش اور طبی سہولیات فراہم کرتا دکھائی دیتا ہے۔ عمرانیات اور نفسیات کے زاویے سے یہ ایک سرد مہر اور غیر فطری ادارہ ہے۔ انسان کا اپنے مسکن اور گھر سے رشتہ اینٹ اور گارے کا نہیں ہوتا۔ قرآنِ مجید نے گھر کے اس نفسیاتی اور جذباتی پہلو کو ایک نہایت بلیغ لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

﴿وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّن بُيُوتِكُمْ سَكَنًا﴾

"اور اللہ نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا ہے۔"[19]

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ سکن سے مراد وہ جگہ ہے جہاں انسان کے اضطراب کو قرار ملتا ہے اور وہ اپنے اہل خانہ کے درمیان قلبی و اعصابی راحت محسوس کرتا ہے[20]۔ جب ایک عمر رسیدہ باپ یا ماں کو اس کے اپنے ہی تعمیر کردہ گھر سے نکال کر کسی اولڈ ہاؤس میں منتقل کر دیا جاتا ہے، تو ان کا وہ قلبی قرار ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جاتا ہے۔

ادارہ جاتی نگہداشت میں انسان کی حیثیت ایک جذبات رکھنے والے فرد سے بدل کر ایک کیس نمبر یا کلائنٹ کی ہو جاتی ہے۔ ماہر سماجیات ارونگ گوفمین نے ایسے اداروں کو اپنی تحقیق میں ٹوٹل انسٹی ٹیوشنز کا نام دیا ہے جہاں فرد کی انفرادی شناخت اور اس کی مرضی کو ادارے کے بیوروکریٹک قوانین کے تابع کر دیا جاتا ہے[21]۔ اولڈ ہاؤس میں مقیم بزرگوں کی زندگی ایک مشینی روٹین کا حصہ بن جاتی ہے جہاں جاگنے، کھانے اور سونے کے اوقات متعین ہوتے ہیں۔ یہ ماحول ان کے اندر سیکھی ہوئی بے بسی پیدا کرتا ہے جس سے وہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کی زندگی کا کنٹرول ان کے اپنے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔

خاندانی آغوش ایک نامیاتی پناہ گاہ ہے۔ یہاں بوڑھے افراد طبی دیکھ بھال کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ وہ خاندان کے فیصلوں میں شریک، بچوں کی تربیت کے ذمہ دار اور اپنے ماضی کی یادوں کے امین ہوتے ہیں۔ پوتے پوتیوں کے قہقہے، گھر کی رونق اور اولاد کی طرف سے ملنے والا احترام ان کی زندگی میں حرارت اور جینے کی امنگ پیدا کرتا ہے۔ اولڈ ہاؤسز میں ہم عمر اور بیمار لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے بزرگ افراد پر موت کا خوف اور زندگی کی بے معنویت حاوی ہو جاتی ہے جس سے وہ شدید نفسیاتی دباؤ اور ڈپریشن کا شکار ہو کر قبل از وقت موت کی وادی میں اتر جاتے ہیں۔ امجد اسلام امجد نے رشتوں کے احساس اور خاندانی بندھن کی نزاکت کو بہت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔

کہیں یہ رشتوں کی کچی ڈوریاں ٹوٹ نہ جائیں

بڑی احتیاط سے ان کو نبھانا پڑتا ہے[22]

**والدین کو اولڈ ہاؤس منتقل کرنے کا شرعی حکم**

اسلامی قانون میں بوڑھے والدین کی کفالت کو کسی رضاکارانہ سماجی خدمت کے بجائے ایک قطعی قانونی اور شرعی فریضہ تسلیم کیا گیا ہے۔ عصرِ حاضر میں جب کوئی صاحب استطاعت اولاد اپنے والدین کو اولڈ ہاؤس منتقل کرنے کا فیصلہ کرتی ہے، تو یہ عمل شریعت کے خاندانی احکامات اور نفقہ کے قواعد کے ساتھ براہِ راست متصادم ہوتا ہے۔ اس عمل کی شرعی حیثیت کا تعین کرنے کے لیے فقہِ اسلامی کے باب عقوق الوالدین کو سمجھنا ناگزیر ہے۔

عقوق کا لغوی معنی قطع کرنا یا توڑنا ہے۔ اصطلاحی طور پر حافظ ابن حجر العسقلانی اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اولاد کی طرف سے کسی بھی ایسے قول یا فعل کا صادر ہونا جس سے والدین کو ذہنی یا جسمانی اذیت پہنچے، عقوق کہلاتا ہے بشرطیکہ وہ کام شرعاً ناجائز نہ ہو[23]۔ والدین کو ان کی مرضی کے خلاف، یا ان کے دل کی ناگواری کے ساتھ کسی اولڈ ہاؤس میں چھوڑ آنا، انہیں اپنے خاندان سے کاٹ دینا اور ان پر تنہائی مسلط کرنا عقوق کی بدترین اور جدید شکل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس عمل کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔

أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: الإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ

"کیا میں تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہوں کی خبر نہ دوں؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور والدین کی نافرمانی (دل آزاری) کرنا۔"[24]

بہت سے لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر وہ اولڈ ہاؤس کی ماہانہ فیس اور ادویات کا خرچ برداشت کر رہے ہیں تو وہ اپنی شرعی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئے۔ فقہِ اسلامی اس مادی جواز کو یکسر مسترد کرتی ہے۔ والدین کی کفالت دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک مالی نفقہ اور دوسرا بدنی خدمت اور حسنِ مصاحبت۔ امام کاسانی حنفی کے نزدیک والدین کے لیے ضرورت اور بڑھاپے کے وقت نفقہ کے ساتھ ساتھ خدمت بھی واجب ہے کیونکہ بڑھاپے کی عمر عجز اور کمزوری کا وقت ہوتی ہے[25]۔

مذاہبِ اربعہ کے ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ مالی اخراجات ادا کر دینا بدنی خدمت اور جذباتی رفاقت کا متبادل نہیں بن سکتا۔ مصر کے معروف فقہی ادارے دار الافتاء المصریۃ نے اپنے تفصیلی فتاویٰ میں یہ واضح کیا ہے کہ اگر اولاد مادی سہولت کے لیے یا والدین کے مزاج کے چڑچڑے پن سے بچنے کے لیے انہیں اولڈ ہاؤس میں داخل کرواتی ہے، تو یہ عمل شرعاً حرام اور صریح گناہ ہے۔ والدین کو اولاد کے سائے اور ان کی صحبت کی ضرورت ہوتی ہے۔ معاصر فقہاء نے اس عمومی ممانعت میں سے چند انتہائی ناگزیر حالات کو مستثنیٰ کیا ہے۔ اگر والدین کسی ایسے شدید دماغی یا اعصابی مرض کا شکار ہو جائیں جہاں ان کی جان کو خطرہ ہو اور گھر میں ان کی طبی نگہداشت ممکن نہ رہے، تو علاج کی غرض سے انہیں کسی مخصوص طبی مرکز میں منتقل کرنے کی رخصت دی گئی ہے بشرطیکہ اولاد مسلسل ان سے رابطہ رکھے اور ان کی دلجوئی کا فرض ادا کرتی رہے۔

**اضطراری حالات میں رخصت کا دائرہ کار**

شریعتِ اسلامیہ ایک ہمہ گیر اور عملی ضابطۂ حیات ہے جو انسانی وجود کو درپیش آنے والے پیچیدہ ترین اعذار اور حوادث کا نہایت حقیقت پسندانہ ادراک رکھتی ہے۔ اسلامی عائلی قانون کی بنیادی روح والدین کو ان کے اپنے خاندانی مسکن میں رکھنے اور اولاد کے ہاتھوں ان کی براہِ راست بدنی خدمت پر اصرار کرتی ہے۔ انسانی زندگی بسا اوقات ایسے غیر معمولی اور اضطراری کٹھن مراحل میں داخل ہو جاتی ہے جہاں عمومی احکامات پر ان کی اصل شکل میں عمل درآمد ناممکن ہو جاتا ہے۔ بڑھاپے کے آخری ادوار میں کچھ عمر رسیدہ افراد ایسے پیچیدہ دماغی وجسمانی امراض کا شکار ہو جاتے ہیں جن کی نگہداشت عام گھریلو ماحول میں کسی پیشہ ورانہ طبی مہارت کے بغیر ممکن نہیں رہتی۔ الزائمر، انتہائی درجے کا ڈیمنشیا، یا مکمل فالج جیسی کیفیات مریض کو اس نہج پر لے جاتی ہیں جہاں وہ چوبیس گھنٹے طبی آلات، ماہر نرسنگ سٹاف اور انتہائی نگہداشت کے محتاج ہو جاتے ہیں۔

ایسے سنگین طبی حالات میں اولاد کے لیے والدین کو گھر پر رکھنا ان کی جان کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہو سکتا ہے۔ فقہِ اسلامی نے ان مخصوص اور انتہائی مجبوری کے حالات میں رخصت کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ اسلامی اصولِ قانون کا یہ مایہ ناز قاعدہ ہے کہ مشکل اور ناقابلِ برداشت تنگی شریعت کے احکامات میں تخفیف اور آسانی کا سبب بنتی ہے۔ امام جلال الدین السیوطی اس عظیم فقہی قاعدے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب کسی شرعی فریضے کی ادائیگی میں جان یا عقل کے ضائع ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جائے تو وہاں رخصت اور تیسیر کا اطلاق واجب ہو جاتا ہے[26]۔

اس قاعدے کی اصل بنیاد منشائے الٰہی ہے جس کا اعلان قرآن مجید میں واضح الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے۔

﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾

"اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور وہ تمہارے لیے تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا۔"[27]

طبی معاذیر کی بنا پر جب کوئی اولاد اپنے والدین کی بہتری، ان کے علاج اور ان کی جان بچانے کی غرض سے انہیں کسی معیاری نرسنگ ہوم یا طبی خصوصیات کے حامل ادارے میں داخل کرتی ہے، تو یہ عمل عقوق الوالدین کی حدود میں نہیں آتا۔ یہاں نیت والدین سے پیچھا چھڑانا یا اپنی مادی مصروفیات کے لیے وقت نکالنا نہیں ہے۔ اس کا مقصد ان کو وہ پیشہ ورانہ علاج فراہم کرنا ہے جو گھر کی چار دیواری میں ناگزیر وجوہات کی بنا پر ناممکن ہو چکا تھا۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب نے بڑھاپے کی اس بے بسی اور اعضاء کی شکست وریخت کا نقشہ نہایت دردمندی سے کھینچا ہے۔

مضمحل ہو گئے قویٰ غالب
وہ عناصر کا اعتدال کہاں[28]

فقہائے کرام اس رخصت کو بے لگام نہیں چھوڑتے بلکہ اسے چند کڑی شرائط کا پابند بناتے ہیں۔ جس حد تک مجبوری ہے، رخصت بھی صرف اسی حد تک استعمال کی جاسکتی ہے۔ اولاد پر لازم رہتا ہے کہ وہ ان طبی مراکز میں مقیم والدین کے تمام معاشی اخراجات خود برداشت کرے۔ ان کے ساتھ جذباتی تعلق اور ملاقاتوں کا سلسلہ تواتر کے ساتھ جاری رکھا جائے تاکہ معمر مریض کو یہ محسوس نہ ہو کہ اسے خاندان سے کاٹ دیا گیا ہے۔ جونہی ان کی طبی حالت اس قابل ہو جائے کہ گھر پر ان کی دیکھ بھال کی جاسکتی ہو، انہیں فوراً ان کے خاندانی مسکن میں واپس لانا اولاد کی شرعی ذمہ داری ہے۔

**بے سہارا بزرگوں کی کفالت**

معاشرے کا ایک ایسا طبقہ بھی وجود رکھتا ہے جو اپنی طویل عمر کے آخری پڑاؤ پر بالکل تنہا رہ جاتا ہے۔ یہ وہ عمر رسیدہ افراد ہیں جن کی کوئی اولاد نہیں ہوتی۔ بسا اوقات اولاد ان کی زندگی ہی میں وفات پا چکی ہوتی ہے۔ ان کا کوئی قریبی رشتہ دار بھی ایسا نہیں بچتا جو ان کی کفالت کا بار اٹھا سکے۔ ایسے لاوارث اور بے سہارا بزرگوں کی نگہداشت کا معاملہ انفرادی حدود سے نکل کر براہِ راست اسلامی ریاست اور اجتماعی معاشرتی نظام کے کاندھوں پر آ جاتا ہے۔

اسلامی ریاست کی دستوری اور اخلاقی بنیادوں میں یہ اصول طے شدہ ہے کہ حاکمِ وقت ہر اس شہری کا سرپرست اور ولی ہے جس کا دنیا میں کوئی سہارا نہ ہو۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مدینہ کی فلاحی ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے اس عظیم عمرانی قانون کا اعلان ان واضح الفاظ میں فرمایا تھا۔

أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ وَلَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً فَعَلَيْنَا قَضَاؤُهُ

"میں مومنوں پر ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتا ہوں۔ چنانچہ جو شخص انتقال کر جائے اور اس پر قرض ہو جس کی ادائیگی کا وہ کوئی ذریعہ نہ چھوڑے، تو اس کا ادا کرنا ہمارے ذمے ہے۔"[29]

جب اسلامی ریاست ایک فوت شدہ شہری کے قرض کی ادائیگی کی ذمہ دار ہے، تو وہ ایک زندہ، ضعیف اور بے سہارا انسان کے طعام، لباس اور رہائش کی بدرجہ اولیٰ ضامن ہے۔ تاریخِ اسلام کا درخشاں دور گواہ ہے کہ خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ کی گلیوں میں جب ایک نابینا اور ضعیف یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا، تو اسے فوراً اپنے گھر لا کر کھانا کھلایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی خستہ حالی کا سبب جاننے کے بعد بیت المال کے خازن کو یہ فرمان جاری کیا کہ ہم نے اس کی جوانی میں تو اس سے جزیہ وصول کر کے فائدہ اٹھایا، یہ کیسا انصاف ہے کہ ہم اسے اس کے بڑھاپے میں بے یار و مددگار چھوڑ دیں[30]۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس معمر غیر مسلم کا جزیہ معاف کر کے تاحیات اس کا وظیفہ مقرر فرمایا۔

ریاست کی اس ذمہ داری کو جدید اصطلاح میں سوشل سیکیورٹی یا فلاحی ریاست کا تصور کہا جاتا ہے۔ نامور برطانوی ماہر سماجیات جان ڈیٹرچ نے ایک فلاحی معاشرے کی پہچان ان الفاظ میں کی ہے۔

"The ultimate test of a moral society is the kind of world that it leaves to its children and the care it provides to its elderly[31] ".

مسلم معاشرے میں اس ریاستی کفالت کو عملی جامہ پہنانے کا سب سے بڑا ذریعہ نظامِ وقف رہا ہے۔ خلفائے عباسیہ اور سلاطینِ عثمانیہ کے ادوار میں لاوارث بزرگوں اور بیواؤں کے لیے بے شمار رباط، خانقاہیں اور بیمارستان وقف کیے گئے تھے۔ ان اوقاف کا مقصد بے سہارا طبقے کو ایک ایسا باعزت اور محفوظ مسکن فراہم کرنا تھا جو کسی جیل خانے کی طرح نہیں بلکہ ایک باوقار گھر کی طرح چلایا جاتا تھا۔ عصرِ حاضر کی اسلامی ریاستوں پر فرضِ کفایہ ہے کہ وہ ایسے ریاستی دارالامان اور پناہ گاہیں تعمیر کریں جہاں غریب اور لاوارث بزرگوں کو رکھا جائے۔ مشہور شاعرہ پروین شاکر نے رشتوں کے چھوٹ جانے اور تنہائی کی اس کیفیت کو ایک منفرد دکھ کے ساتھ بیان کیا ہے۔

کیسے کہہ دوں کہ مجھے چھوڑ دیا ہے اس نے
بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی[32]

**مسلم معاشرے کے لیے متبادل لائحہ عمل**

دورِ حاضر کے معاشی جبر نے خاندانی زندگی کے نقشے کو یکسر بدل دیا ہے۔ اب اکثر گھرانوں میں شوہر اور بیوی دونوں کے لیے ملازمت کرنا ناگزیر ہو چکا ہے۔ اس کے باعث دن بھر گھر میں بوڑھے والدین کو اکیلے چھوڑنے کا مسئلہ شدت اختیار کر گیا ہے۔ اس جدید چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلم معاشروں کو مغربی طرز کے ان مستقل اولڈ ہاؤسز کی اندھی تقلید سے گریز کرنا چاہیے جہاں بزرگوں کو ہمیشہ کے لیے خاندان سے کاٹ دیا جاتا ہے۔ اس کے بجائے، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک درمیانی اور متوازن راستہ تلاش کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

اس مسئلے کا بہترین متبادل سینئر سٹیزن ڈے کیئر سینٹرز کا قیام ہے۔ یہ ایسے مراکز ہیں جہاں ملازمت پیشہ اولاد اپنے بوڑھے والدین کو صبح کام پر جاتے وقت چھوڑ سکتی ہے۔ ان مراکز میں بزرگوں کو دن کے اوقات میں ہم عمر افراد کی رفاقت، بروقت ادویات، صحت بخش غذا اور مطالعہ و عبادات کا پرسکون ماحول فراہم کیا جاتا ہے۔ شام کو جب اولاد کام سے واپس لوٹتی ہے، تو وہ اپنے والدین کو واپس اپنے گھر لے آتی ہے۔ اس طرح قرآنی حکم عِندَکَ کی پاسداری بھی ہو جاتی ہے۔ بزرگوں کو دن بھر کی تنہائی، بوریت اور کسی ممکنہ حادثے سے بھی محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

اس کے متوازی، گھریلو نگہداشت کے شعبے کو وسعت دینے کی ضرورت ہے۔ ریاست اور نجی فلاحی تنظیموں کو ایسی موبائل میڈیکل ٹیمیں تشکیل دینی چاہئیں جو معمر افراد کے گھروں پر جا کر ان کا معائنہ کریں۔ انہیں فزیو تھراپی فراہم کریں اور ان کی بنیادی نگہداشت میں اہلِ خانہ کی مدد کریں۔ اس سے گھر کے اندر رہنے کا وہ احساسِ تحفظ برقرار رہتا ہے جسے جدید ماہرین عمرانیات بھی انسانی بقا کے لیے ناگزیر قرار دیتے ہیں۔

"Aging in place allows older adults to maintain a sense of identity and independence, deeply rooted in their familiar surroundings[33] ".

اس متبادل لائحہ عمل کو کامیاب بنانے کے لیے محلے کی سطح پر مساجد کو اپنا روایتی اور تاریخی کردار دوبارہ ادا کرنا ہوگا۔ مساجد کے زیرِ انتظام ایسی کمیٹیاں تشکیل دی جائیں جو محلے کے بزرگوں کے روزمرہ احوال سے باخبر رہیں۔ نوجوانوں کی رضاکارانہ ٹیمیں اپنے علاقے کے کمزور بزرگوں کا سودا سلف لانے اور ان کے پاس کچھ وقت گزارنے کی ذمہ داری لیں۔ احمد ندیم قاسمی نے اسی احساسِ زیاں اور شامِ زندگی کے دکھ کو اپنے لفظوں میں یوں پرویا ہے۔

وقتِ پیری بھی ہے کیا وقت کہ اس منزل پر

ISSN: 3006-5291 3006-5283 Volume 4, Issue 2, 2026

یاد بھی آئے تو کوئی گلہ یاد آئے[34]

## نتائج بحث

زیرِ نظر مقالے میں عمر رسیدہ افراد کی نگہداشت، اسلامی نظامِ کفالت اور جدید اولڈ ہاؤس سسٹم کے کثیر الجہتی مطالعے کے بعد درج ذیل اہم اور بنیادی نتائج روزِ روشن کی طرح عیاں ہو کر سامنے آئے ہیں:

- شریعتِ اسلامیہ میں عمر رسیدہ والدین اور اقارب کی کفالت محض ایک اخلاقی مشورہ نہیں، بلکہ صاحبِ استطاعت اولاد پر یہ ایک قطعی اور قانونی شرعی فریضہ ہے۔
- جدید اولڈ ہاؤس سسٹم بنیادی طور پر مغربی انفرادیت پسندی اور مادی افادیت کے فلسفے کی پیداوار ہے، جو بزرگوں کو خاندان سے کاٹ کر شدید نفسیاتی تنہائی کا شکار کر دیتا ہے۔
- بغیر کسی حقیقی شرعی عذر کے محض اپنی ذاتی آزادی اور مادی آسائش کے لیے والدین کو اولڈ ہاؤس منتقل کرنا شرعاً حرام اور عقوقِ والدین (گناہِ کبیرہ) کے زمرے میں آتا ہے۔
- شدید دماغی و جسمانی امراض یا اولاد کی مکمل معاشی و جسمانی عاجزی جیسے انتہائی ناگزیر حالات میں، علاج کی غرض سے بزرگوں کو مناسب طبی مراکز میں رکھنا فقہی رخصت کے دائرے میں شامل ہے۔
- بے سہارا اور لاوارث بزرگوں کی معاشی، طبی اور رہائشی کفالت اسلامی ریاست اور مسلم معاشرے پر فرضِ کفایہ ہے، جس کے لیے فلاحی اداروں کا قیام شرعاً مستحسن ہے۔
- اسلامی نظامِ کفالت میں بزرگوں کو خاندانی مرکزیت اور جذباتی سکون حاصل ہوتا ہے، جبکہ ادارہ جاتی نگہداشت میں ان کی حیثیت محض ایک مادی بوجھ یا کلائنٹ کی سی ہو کر رہ جاتی ہے۔

## سفارشات و تجاویز

مقالے کے حاصل شدہ نتائج اور عصری سماجی چیلنجز کی روشنی میں، خاندانی نظام کے تحفظ اور بزرگوں کی فلاح و بہبود کے لیے درج ذیل عملی سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

- حکومت کو چاہیے کہ والدین کی کفالت کے موجودہ قوانین کو مزید سخت کرے اور فیملی کورٹس کے ذریعے نافرمان اولاد کی آمدنی سے براہِ راست نفقہ منہا کرنے کا خودکار نظام وضع کرے۔
- پرائمری سے لے کر اعلیٰ تعلیمی سطح تک کے نصاب میں والدین کے حقوق، احترامِ بزرگاں اور صلہ رحمی پر مبنی اسباق لازمی شامل کیے جائیں تاکہ نئی نسل کی عملی اخلاقی تربیت ہو سکے۔
- مستقل اولڈ ہاؤسز کے بجائے "سینئر سٹیزن ڈے کیئر سینٹرز" قائم کیے جائیں جہاں بزرگ دن کے وقت طبی اور سماجی سہولیات سے مستفید ہوں اور رات اپنے خاندانی ماحول میں گزاریں۔
- ریاست اور فلاحی ادارے ایسے غریب خاندانوں کے لیے "بزرگ کفالت الاؤنس" مقرر کریں جو معاشی تنگی کے باوجود اپنے ضعیف والدین کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔
- ہسپتالوں اور نجی اداروں کے اشتراک سے "موبائل ہوم کیئر سروسز" کا دائرہ وسیع کیا جائے تاکہ بیمار بزرگوں کو ان کے گھروں ہی میں پیشہ ورانہ طبی نگہداشت فراہم کی جا سکے۔
- ذرائع ابلاغ اور سوشل میڈیا کے ذریعے مشترکہ خاندانی نظام کی افادیت کو اجاگر کیا جائے اور خاندانی رشتوں میں دراڑ ڈالنے والے منفی مواد کی ریاستی سطح پر حوصلہ شکنی کی جائے۔
- مساجد کے آئمہ اور محلہ کمیٹیوں کو متحرک کیا جائے تاکہ وہ اپنے علاقے کے کمزور اور تنہا بزرگوں کی سماجی، اخلاقی اور معاشی خبر گیری کا باقاعدہ مقامی نیٹ ورک قائم کر سکیں۔

Center for Management Science Research
ISSN: 3006-5291 3006-5283 Volume 4, Issue 2, 2026

## حوالہ جات

[1] Al-Isra 17:23

[2] ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب (بیروت: دار صادر، 1414ھ)، جلد 11، صفحہ 590

[3] سورۃ آل عمران، 37:3

[4] اصفہانی، حسین بن محمد راغب، المفردات فی غریب القرآن (دمشق: دار القلم، 1412ھ)، صفحہ 711

[5] المرغینانی، علی بن ابی بکر، الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدي (بیروت: دار احیاء التراث العربی، بے تاریخ)، جلد 3، صفحہ 130

[6] النووی، یحییٰ بن شرف، المجموع شرح المہذب (قاہرہ: ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، 1925ء)، جلد 13، صفحہ 18

[7] سورۃ الروم، 54:30

[8] الرازی، فخر الدین محمد بن عمر، مفاتیح الغیب (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1420ھ)، جلد 25، صفحہ 108

[9] سورۃ النحل، 70:16

[10] القرطبی، محمد بن احمد، الجامع لأحکام القرآن (قاہرہ: دار الکتب المصریۃ، 1964ء)، جلد 10، صفحہ 143

[11] اقبال، محمد، بالِ جبریل (لاہور: مکتبہ جمال، 2004ء)، صفحہ 112

[12] سورۃ الإسراء، 70:17

[13] سجستانی، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد (صیدا: المکتبۃ العصریۃ، بے تاریخ)، جلد 4، صفحہ 261، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلہم، حدیث: 4843

[14] الترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع الصحیح (بیروت: دار الغرب الاسلامی، 1998ء)، جلد 3، صفحہ 409، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان، حدیث: 1919

[15] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، جلد 4، صفحہ 38، کتاب الجہاد والسیر، باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب، حدیث: 2896

[16] العسقلانی، احمد بن علی ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری (بیروت: دار المعرفۃ، 1379ھ)، جلد 6، صفحہ 89

[17] Bauman, Zygmunt, Liquid Love: On the Frailty of Human Bonds (Cambridge: Polity Press, 2003), 14

[18] اقبال، محمد، بانگِ درا (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1973ء)، صفحہ 302

[19] سورۃ النحل، 80:16

[20] القرطبی، محمد بن احمد، الجامع لأحکام القرآن (قاہرہ: دار الکتب المصریۃ، 1964ء)، جلد 10، صفحہ 141

[21] Goffman, Erving, Asylums: Essays on the Social Situation of Mental Patients and Other Inmates (New York: Anchor Books, 1961), 54

[22] امجد، امجد اسلام، فشار (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، 1998ء)، صفحہ 45

[23] العسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباري شرح صحیح البخاري (بیروت: دار المعرفۃ، 1379ھ)، جلد 10، صفحہ 406

[24] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، جلد 8، صفحہ 4، کتاب الادب، باب عقوق الوالدین من الکبائر، حدیث: 5976

[25] الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1986ء)، جلد 4، صفحہ 30

[26] السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن، الأشباہ والنظائر (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1990ء)، صفحہ 76

[27] سورۃ البقرہ، 185:2

[28] غالب، مرزا اسد اللہ خاں، دیوانِ غالب (لاہور: مجلس ترقی ادب، 2000ء)، صفحہ 154

[29] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، کتاب النفقات، باب من ترک مالا فلورثتہ، حدیث: 5371

[30] ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج (قاہرہ: المطبعۃ السلفیۃ، 1352ھ)، صفحہ 126

[31] Dietrich, John, Social Welfare and Human Rights (London: Routledge, 2015), 89

[32] شاکر، پروین، خوشبو (لاہور: ماورا پبلشرز، 1990ء)، صفحہ 105

[33] Rowles, Graham D., Aging in Place (New York: Springer, 1993), 22

[34] قاسمی، احمد ندیم، جلال و جمال (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، 2001ء)، صفحہ 88

IEER
Institute for Excellence in Education & Research